میرا سفرِ دکن اور اس سے واپسی

احباب کرام کو معلوم ہے۔ کہ مَیں ایک لمبے عرصے سے مرض ذیابیطس میں مبتلا چلا آرہا تھا۔ اور اس سال اس بیماری نے شدید صورت اختیار کرلی تھی حتّٰی کہ دن اور رات میں ایک گھڑا پانی کا بآسانی پی جاتا تھا۔ ضعف و نقاہت اس درجہ بڑھ گیا۔ کہ بات تک کرنی میرے لئے مشکل ہوگئی تھی چلنا پھرنا تو ایک طرف رہا۔ ان حالات کا جب حضرت والد صاحب قبلہ کو علم ہؤا۔ تو انہوں نے مجھے حیدر آباد علاج کے لئے آنے کا مشورہ دیا۔ مگر میں اس خیال سے کہ مبادا "الحکم" کا کام رُک نہ جائے جانے سے انکار کرتا رہا۔ اور اس شدید اور نازک حالت میں بدستور جس قدر ممکن ہوتا کام کرتا رہا جس کا لازمی نتیجہ بیماری کا مہلک صورت اختیار کرلینا تھا۔ تب حضرت والد صاحب نے حکماً مجھے کام سے روک دیا اور میں اللہ تعالےٰ پر توکل کرکے ۲۸ اگست ۳۸ء کو ساڑھے تین بجے کی گاڑی سے سکندر آباد کے لئے روانہ ہوگیا۔ راستہ میں وارنگل میں میرے برادر عزیز شیخ داؤد احمد صاحب عرفانی سکونت پذیر تھے۔ اس لئے چند دن اُن کے پاس ٹھہرنے کا خیال تھا۔

وارنگل کے لئے قاضی پیٹ جنکشن سے گاڑی تبدیل کرتے ہیں۔ رات کے تین بجے گاڑی وہاں پہنچی۔ اسوقت ہلکی سی بارش ہو رہی تھی۔ اندھیری رات تھی اور بادل ہر طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ اس حالت میں جیسے ہی گاڑی اسٹیشن پر رُکی۔ تو میں نے برادر عزیز شیخ داؤد احمد صاحب عرفانی کو اِدھر سے اُدھر گاڑی کے ساتھ دوڑتے دیکھا۔ میرا دل مسرّت اور خوشی کے جذبات سے دھڑکنے لگا۔ اور میں نے اسے آواز دیکر اپنی موجودگی کی اطلاع دی۔ دونو بھائی تقریباً آٹھ ماہ کی جدائی کے بعد ملے۔ محبت کے جذبات نے خون میں ایک شدید دوران پیدا کر دیا۔ داؤد نے ملنے کے بعد فوراً پہلی خبر جو مجھے سنائی وہ یہ تھی کہ والد صاحب بھی آئے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا۔ کہ کہاں ہیں! تو بھائی نے کہا۔ کہ انہوں نے کہا ہے۔ اور مجھے حکم دیا ہے۔ کہ آپ کو وہیں گاڑی میں بیٹھے رہنے دوں۔ اور اُن کو بلا لاؤں۔ میں اس حکم کی تعمیل میں رکا۔ مگر پھر فرط مسرّت سے اسی طرف چل پڑا۔ اور رک نہ سکا۔ والد صاحب قبلہ سکندر آباد سے آئی ہوئی گاڑی میں بیٹھے ہوئے۔ میرا انتظار کرتے تھے۔ وہ معلوم ہونے پر جلدی سے اترے۔ اور آتے ہی انہوں نے مجھے اپنی آغوشِ پدری میں لے لیا۔ اور میں نے اُن کے جسم کے ذرّے ذرّے سے شفقت و محبت کے فوّاروں کو موجزن دیکھا۔ میں نے بھائی اور باپ کی اس محبت کا مطالعہ کیا۔ جس نے اُن کو اپنے رات کے آرام اور نیند کو میرے لئے قربان کرنے پر مجبور کیا۔ میں نے والد صاحب سے پوچھا۔ آپ کیوں آگئے فرمایا۔ کہ یک بیک طبیعت نے یہی فیصلہ کیا۔ کہ مَیں چلوں۔ اور چل کر تم کو دیکھوں۔ اور پھر تم کو بھی خوشی ہوگی اور اس خوشی سے تمہاری صحت کو فائدہ پہنچیگا۔ میں بیان نہیں کر سکتا۔ کہ ان الفاظ نے مجھے کسقدر گدگدایا۔ اور خوشی کی کیسی کیسی لہریں میرے اندر پیدا کیں۔ اور میں کس طرح جذبات کی رَو میں کھویا گیا۔

الغرض والد صاحب میری ساتھ سوار ہو کر وارنگل آئے۔ اور رات کا بقیّہ حصّہ ہم نے پھر جاگ کر ہی گذار دیا۔

دوسرے روز صبح کو والد صاحب واپس تشریف لے گئے۔ اور میں چند یوم چھوٹے بھائی کے پاس رہ کر سکندر آباد چلا گیا۔ قیام سکندر آباد کے زمانہ میں بہت سی باتیں قابلِ ذکر ہوئیں۔ جن کا تذکرہ میں کسی دوسرے وقت کرونگا۔ تین ماہ میرا قیام سکندر آباد میں رہا۔ جہاں والد صاحب نے پوری توجہ سے میرا علاج کیا۔

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد صاحب عرفانی ایڈیٹر پبلشر و پرنٹر چھپکر دفتر اخبار "الحکم" تراب منزل قادیان سے شائع ہؤا۔

مجھے خوش رکھنے کی ہر ممکن صورت پیدا کی۔ اور اس رنگ میں مجھ سے سلوک کیا۔ کہ گویا میں چھوٹا سا بچہ ہوں۔ جو ہر قسم کی نگہداشت اور توجہ کا محتاج ہے۔ اور ان سب بڑھکر دعاؤں سے میرے تن مردہ میں جان پیدا کرنے کی کوشش کی۔ جب میں گیا تھا۔ اسوقت پیشاب میں شوگر کی مقدار دس نیصدی تھی۔ مگر واپسی کے وقت تین نیصدی باقی تھی۔ یہ سب کچھ حضرت والد صاحب قبلہ کی توجہ اور دعا کا نتیجہ تھا۔ میں تو ان کی کسی مہربانی اور کسی نیکی کا بدلہ نہیں دے سکتا۔ اس لئے خود بھی اُن کے وجود باجود کے مدت دراز تک قائم رہنے اور اللہ تعالےٰ کے فضلوں کے وارث بننے کی دعائیں کرتا ہوں۔ اور اپنے احباب سے بھی درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ بھی ان کے لئے دعا فرماتے رہیں۔

میری غیر حاضری میں الحکم

کا انتظام برادرم شیخ ابراہیم علی عرفانی صاحب کے سپرد تھا۔ برادرم شیخ ابراہیم علی صاحب عرفانی نے نہایت ہمت اور اخلاص سے میرے زمانہ قیام سکندرآباد دکن میں اس خدمت کو سرانجام دیا۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ کہ الحکم کا میری غیر حاضری میں نکلتے رہنا۔ یہ ایسا کام نہیں۔ جو میری شکر گذاری کا باعث نہ ہو۔ کیونکہ مالی تنگی اور پریشانی نے اُن کو بھی بہت پریشان رکھا۔ اور ہر اخبار کی اشاعت کے وقت اُن کو یہ یقین ہوتا تھا۔ کہ آئندہ نمبر نہیں نکل سکیگا۔ مگر اُن کی سچی تڑپ اور کوشش نے الحکم کو میری غیر حاضری میں زندہ رہنے دیا۔ اس لئے میرے دل میں اُن کے لئے جذبات شکر موجزن ہیں۔ اسی سلسلہ میں اگر میں

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی

کی توجہ اور مساعی کا جو انہوں نے برادرم شیخ ابراہیم علی صاحب عرفانی کو مضامین وغیرہ کے حصول میں تفکرات سے مستغنی کرنے میں فرمائیں تو میں بہت بڑی ناشکری کا مرتکب ہونگا۔ اللہ تعالےٰ بھائی جی کو اُن کی ان خدمات کے بدلے میں بڑے بڑے فضلوں اور برکتوں کا وارث بنائے۔ ایک عرصہ سے حضرت بھائی جی کی صحت خراب چلی آ رہی ہے۔ اس لئے اس مناسبت سے میں ان کی صحت کی ترقی کے لئے احباب میں دعا کی تحریک کرنی ضروری سمجھتا ہوں۔

۲۸؍ اکتوبر کا پرچہ

مجھے خوشی ہے۔ کہ ۲۸؍ اکتوبر کا "الحکم" اور اسی طرح اکتوبر کا "المبشر" میرے لڑکے عزیز محبوب احمدؐ کی نگرانی میں طبع ہوا۔ اور وقت پر روانہ ہوگیا۔ اور اس طرح جبکہ شیخ ابراہیم علی صاحب عرفانی بھی قادیان سے بمبئی کو جا چکے تھے۔ عزیز محبوب احمد نے اپنے اس فرض کو شناخت کیا۔ جو خاندان عرفانی نے الحکم کو زندہ اور باقی رکھنے کے لئے اپنے اوپر لے رکھا ہے۔

بالآخر

میں خدا تعالےٰ کے فضل اور رحم کا شکر گذار ہوں۔ جس نے الحکم کو میری غیر حاضری میں نکلنے اور جاری رہنے کے اسباب پیدا کر دیئے۔ اور مجھے ایک بہت بڑی حد تک صحت دیکر واپس کیا۔ اور یہ پرچہ ایڈٹ کرنے کے لئے قلم اپنے ہاتھ میں لے رہا ہوں۔ وہی سب فضلوں کا مصدر و منبع ہے۔ اور زندگی اور حیات کا خالق ہے۔ اس سے دعا ہے۔ کہ وہ میری صحت کو بحال رکھے۔ تا میں اس خدمت کو جاری رکھ سکوں۔ کیونکہ وہی سب قوتوں کا سرچشمہ ہے۔ نعم المولیٰ و نعم النصیر۔ (محمود احمد عرفانی)

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کیلئے درخواست دعا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کا مقام بہت بلند ہے۔ اور پھر ان میں سے اصحاب الصفّہ کا مقام تو اور بھی بلند ہے۔ ان لوگوں کے وجود بہت سے برکات کے جاذب ہیں۔ یہ لوگ اپنی دعاؤں اور پاکیزہ زندگی کی وجہ سے خدا تعالےٰ کے فضلوں اور نصرتوں کے جاذب ہیں۔ اور اب ان لوگوں کی تعداد بہت کم رہ گئی ہے۔ ان میں سے ایک حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی ہیں۔ ان کی صحت عرصہ سے کمزور اور خراب چلی آ رہی ہے۔ اور اب چلنے پھرنے میں بھی ان کو دقت اور تکلیف ہو رہی ہے۔ احباب ماہ رمضان میں پورے التزام کے ساتھ ان کے لئے دعا فرماویں۔ تا یہ اور ایسے ہی دوسرے پاک وجود ہم میں زیادہ دیر تک قائم رہ سکیں۔ اللّٰھمّ آمین

(محمود احمد عرفانی)

ترانۂ ملّی

یہ قادیاں ہمارا، دارالاماں ہمارا
جنّت نشاں ہمارا فخرِ جہاں ہمارا

سجدہ گہِ نبی ہے، صدرشکِ آسماں ہو
مہدی کا آستاں ہو اب آسماں ہمارا

صیّاد مرچکا ہے، بجلی کا ڈر نہیں ہے
اِس باغ میں ہوا ہے اب آشیاں ہمارا

ہم سرمدی نشے میں مدہوش ہو رہے ہیں
وہ مے پلا گیا ہے پیرِ مغاں ہمارا

عشقِ نبی کی مظہر کابل کی وادیاں ہیں
اُس کی زمیں پہ خوں ہو اب تک رواں ہمارا

سو بار میرِ کابل! ہم تجھ سے کہ چکے ہیں
تجھ سے نہ مٹ سکیگا نام و نشان ہمارا

مغرب کے بتکدوں میں تکبیر گونجتی ہے
دریائے نیل بھی ہے افسانہ خواں ہمارا

پھرتے ہیں سر بکف ہم دینِ نبی کو لیکر
تبلیغِ احمدیّت قومی نشاں ہمارا

سارے جہاں میں گونجی تکبیرِ دینِ احمد
ہم حق کے پاسباں ہیں حق پاسباں ہمارا

فخرِ رُسل نے ہمکو عیسیٰ کی دی بشارت
احمدؐ کا نام ہو بس آرامِ جاں ہمارا

صحرائے ہند میں اب بجنے لگا جرس پھر
منزل کو جا رہا ہے یہ کارواں ہمارا

رہبر ملا ہے ہمکو قسمت سے میرزا سا!
اب میرِ کارواں ہے شاہ جہاں ہمارا

قمر اجنالوی

سیرت المہدی کا ایک ورق

(چوہدری غلام محمد صاحب ساکن پوہل مہاراں ضلع سیالکوٹ کی بقیہ روایات)

(۱)

جلسہ سالانہ ۱۹۰۶ء کا ذکر ہے۔ کہ نماز جمعہ کا خطبہ ہو رہا تھا۔ جگہ بالکل پُر تھی۔ سب سے آخر میں میں لوئی بچھا کر بیٹھا تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور میر حامد شاہ صاحب مرحوم بھی آکر تشریف فرما ہوئے۔ جب نماز شروع ہوئی۔ تو آنحضور ؑ کو ایک ہندو نے شدید گالیاں دینی شروع کیں۔ اُس ہندو کا مکان مسجد کی بڑی سیڑھیوں سے جنوب مغرب کی طرف تھا۔ وہ نہایت غلیظ گالیاں نکال رہا تھا۔ حتیٰ کہ اس نے آپ کی لڑکیوں کو بھی غلیظ گالیاں اور نامناسب الفاظ کہے کہ یہ لوگوں کو بلا کر لاتا ہے۔ میرے مکان پر سے گذرتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہوئے میرے دل میں بڑی گھبراہٹ تھی۔ خیال کر رہا تھا۔ کہ نماز کے بعد خدا جانے اس کا کیا حشر ہوگا۔ آپ ضرور اس کو سزا دیں گے۔ اور رسوائی کریں گے۔ مگر میں حیران رہ گیا۔ کہ حضور علیہ السلام نے اس کو کچھ نہ کہا۔ اور گھر کو چلے گئے۔ تھوڑے وقفہ کے بعد حد بندی کرنے کے لئے حضور نے تار لگانے والے کو بھیجا۔ حد بندی کرنے کے بعد حضور ؑ نے آکر تقریر فرمائی۔ اور کہا۔ کہ میں آج بہت خوش ہوں۔ کہ میری جماعت نے نہایت صبر کا نمونہ دکھایا ہے۔

اور اسی سال حضور ؑ نے "قادیان کے آریہ اور ہم" مشہور نظم لکھی۔ ہاں ایک بات بھول گیا۔ وہ یہ کہ جب وہ ہندو گالیاں دے چکا تو حضرت خلیفۃ المسیح اول نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کی کہ حضور! بہتر ہو۔ کہ اس مکان کو خرید لیں۔ تو حضور نے فرمایا۔ کہ میں تو اس کو ایک پیسہ میں بھی نہیں خریدتا۔ جو شاہی خیمہ کے پاس آکر خیمہ لگاتا ہے۔ اُس کی شامت آئی ہوئی ہے۔

(۲)

۱۹۰۷ء غالباً جلسہ سالانہ کے ایام کا ذکر ہے۔ کہ میں نے آپ کی زبان سے سُنا ہے۔ صبح کے وقت حضور ؑ نے ایک الہام سنایا۔ اور فرمایا۔ کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔ آج رات کوئی مہمان بھوکا رہا ہے کیونکہ اس رات کثرت سے مہمان آئے تھے۔ الہام یہ ہے:-

یا ایھا النبی اطعموا الجائع والمعتر۔

(۳)

حضور علیہ السلام ۱۹۰۷ء کے جلسہ سالانہ کے ایام میں سیر کے لئے باہر تشریف لے گئے۔ اور ایک لسوڑی کا درخت جو سٹور کے عین مقابل واقع تھا۔ اس کی ایک جڑ اُبھری ہوئی تھی۔ اُس جڑھ کے اوپر حضور علیہ السلام بیٹھ گئے اور مصافحہ شروع ہوا۔ لوگ ایک دوسرے کو دھکے دینے لگے۔ چوہدری مولا بخش صاحب سیالکوٹی نے زور سے کہا۔ کہ آؤ بھائی باہر کے مہمانوں کو مصافحہ کرائیں حضور ؑ نے اس دن سیر کو پسند نہ کیا۔ اور واپس چلے آئے۔

(۴)

پھر جلسہ سالانہ ۱۹۰۷ء کے ایام کا ذکر ہے۔ کہ چوہدری مولا بخش صاحب اور میر حامد شاہ صاحب نے اعلان کیا کہ بیرونجات کی جماعتیں (سیالکوٹ صدر تھا۔ بیرونجات کی جماعتیں صدر میں چندہ وغیرہ روانہ کرتی تھیں۔ اور سیالکوٹ سے چندہ قادیان جاتا تھا) جو آئی ہوئی ہیں۔ وہ علی الصبح مسجد مبارک کی چھت پر پہنچ جائیں حضور علیہ السلام سے ملاقات ہوگی۔

دوست پہنچ گئے۔ کرسی بچھائی گئی۔ اور حضور علیہ السلام تشریف لائے۔ ضلع سیالکوٹ کا چندہ میر حامد شاہ صاحب اور چوہدری صاحب نے پیش کیا۔ غالباً سات سو روپے کے قریب تھا۔ حضور علیہ السلام نے اس موقعہ پر لوگوں کو کچھ نہ فرمایا۔ اور تھوڑی دیر بیٹھ کر اندر تشریف لے گئے۔

سالانہ جلسہ کی آمد آمد

یاتیک من کل فج عمیق!

ہر سال قادیان کی سرزمین میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کے اظہار کے لئے ایک زبردست مظاہرہ خدا کی منشا کے ماتحت ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اور وہ ہمارا سالانہ جلسہ ہے۔ خدا کی آواز آج سے قریباً نصف صدی قبل اس بستی میں سنائی دی گئی اور وہ اتنی ہلکی اور مدھم تھی۔ کہ صرف خدا کے نبی کے سوا اور کسی نے نہ سُنی اور جب اس کا اظہار کیا گیا۔ تو لوگوں نے باور نہ کیا اور دنیا نے ایک تمسخر انگیز قہقہے میں اُس آواز کو غرق کر دینا چاہا۔ اور بظاہر وہ آواز مٹتی ہوئی نظر آئی۔ مگر اس خاموشی میں اور ان تمسخرانہ قہقہوں کے شور کے باوجود خدا کا مخفی ہاتھ کام کر رہا تھا۔ اور انسانی قلوب میں ایک تغیر ہو رہا تھا۔ دل کھینچے جانے لگے۔ اور لوگ اس آواز کی طرف پروانہ وار بڑھنے لگے۔ اور ایک دوسرے سے مسابقت کرنے کی سعی کرنے لگے۔ ان لوگوں نے جانا۔ کہ پانی کا سوتا پھوٹ رہا ہے۔ اسلئے انہوں نے سوچا۔ اور پھر سوچا اور غور کیا۔ اور خوب غور کیا۔ تب انہوں نے کہا۔ کہ آؤ۔ ایک ریت کا بند لگا دیں۔ اور اس سوتے کو روک دیں۔ اور خدا کے منہ سے نکلی ہوئی بات پوری نہ ہو۔ انہوں نے اپنے علماء کو لیکر کفر کے فتووں کی ریت کا ایک بند لگایا۔ اور ایک مولوی کو تو اس ریت کے بند کی حفاظت کا اسقدر شوق تھا۔ کہ وہ یکّے اور ٹمٹموں کے اڈوں اور ریل کے اسٹیشنوں پر دوڑا پھرتا تھا۔ تا اس ریت کے بند کی حفاظت کر سکے۔ مگر خدا کے جلال اور اُسکی قدرت کا مظاہرہ ایسا ہوا۔ کہ وہ بند فیضان الٰہی کے سیلاب کی ایک ہی لہر سے بہہ گیا۔ اور خدا کی آواز پر آنے والوں کے لئے تمام راستے کھل گئے۔ اور لوگ دیوانہ وار اس آواز کی طرف دوڑ پڑے۔ پس وہ لوگ جن کو روکنے کیلئے ہر ممکن کوششیں کی گئیں۔ اور وہ خدا کی آواز پر لبیک لبیک کہتے چلے آئے۔ اُن کا وجود حقانیت مسیح موعود علیہ السلام پر ایک کھلی دلیل تھا۔ اور ہے۔ پس یہ سالانہ جلسہ اس آواز کی سچائی کا ایک بہت بڑا مظاہرہ ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے وجود کی کھلی کھلی دلیل ہے اور وہ لوگ جو اس مقدس اجتماع پر حاضر ہوتے ہیں۔ انکا وجود ایک نشان ہے۔ اور وہ سچائی اور حق کی فتح کی علامت قرار دیئے جاتے ہیں۔ جہاں ان کو ایمان کی حلاوت کے لئے ایک شراب طہور پلائی جاتی ہے۔ جہاں وہ خدائی محبّت کے جاموں سے سرشار کئے جاتے ہیں۔ وہاں انکو روحانی طور پر ایک نئی زندگی دی جاتی ہے۔ اور وہ قوموں کی ہدایت اور ظلمت و تاریکی پھاڑنے والے ٹھیرائے جاتے ہیں۔ اِس لئے مبارک ہیں وہ جو ایسی پیشگوئیوں کو پورا کرنے کیلئے ارضِ حرم میں آتے ہیں۔ وہ سُنیں! کہ اُن کیلئے موسم بہار آگیا ہے۔ اور قادیان اپنے برکات کیساتھ اپنے دروازے کھول کر اُن کو بُلا رہا ہے۔ پس وہ آج سے ایک عزم صمیم کریں۔ کہ وہ خدا کی پیشگوئیوں کے مصداق اور صداقت کا منار اور سچائی کا نشان بنینگے۔ مبارک ہیں جو آتے ہیں۔ اور انکی خدمت کی توفیق ملتی ہے۔ ...

اہلاً وسہلاً ومرحبا!

صاحبزادگان حضرت مرزا ناصر احمد صاحب و حضرت مرزا مبارک احمد صاحب و حضرت مرزا مظفر احمد صاحب آئی سی ایس و حضرت مولوی شیر علی صاحب و حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد کا خیر مقدم

ایک نہایت مبارک قافلہ ۹ نومبر کو بمبئی کی بندرگاہ پر یورپ کے راستہ سے ارض ہند پر نزول فرما ہوگا۔ اس قافلہ کے قافلہ سالار حضرت صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب سلمہ الرحمٰن ہوں گے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پوتے اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے لخت جگر ہیں۔ اور اس قافلہ کے بقیہ ارکان حسب ذیل ہوں گے۔

(۱) حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب خلف الرشید ثانی حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔

(۲) حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب آئی سی ایس خلف الرشید حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے

(۳) حضرت مولانا مولوی شیر علی صاحب جو کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے جلیل القدر صحابی اور بہت بڑے مجاہد ہیں۔

(۴) حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد امام مسجد لنڈن و مشہور و معروف مبلغ و مجاہد کبیر ہیں۔

اس مبارک قافلہ کی آمد ہر لحاظ سے قابلِ عزت اور قابلِ مسرت ہے۔ صاحبزادگانِ والا تبار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں اور آپ کی کامیابیوں کا ایک نشان ہیں۔ یعنی وہ انسان جسے ساری دنیا نے اپنی تمام قوتوں سے مٹانے کا عزم کر لیا تھا۔ اور جس کے خلاف مخالفتوں کے ایسے طوفان اٹھتے تھے۔ کہ دیکھنے والے یہ باور نہیں کر سکتے تھے۔ کہ وہ بڑھے گا۔ پھولے گا اور پھلے گا۔ اس نے دنیا کے سامنے بڑی تحدّی سے اپنے بڑھنے، پھلنے اور پھولنے کی پیشگوئیاں کیں۔ اور دنیا کو اس طوفان شدید میں یہ سنایا۔ کہ میری نسل ریت کے ذرّوں کی طرح بڑھے گی۔ اور وہ ملکوں میں پھیل جائیگی۔ چنانچہ خدا کے وعدوں کے مطابق آپ کی نسل بڑھ رہی ہے۔ اور پھیل رہی ہے۔ چنانچہ اور ان پیشگوئیوں کے مطابق دین اور دنیا کی برکات کے وہ وارث ہو رہے ہیں۔ چنانچہ اور حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب لنڈن میں ایک لمبے تعلیمی قیام کے بعد اور یورپ کے بعض دیگر شہروں کا معائنہ کرتے ہوئے تین ماہ ارض مصر میں قیام پذیر رہے۔

اور اسی طرح

حضرت مرزا مبارک احمد صاحب نے بھی تعلیمی اغراض کے ماتحت تین ماہ تک مصر میں قیام رکھا۔ اِن دونوں بزرگ اور معزز صاحبزادگان کے قیام نے ایک دفعہ اُس رویا کو پھر پورا کر دیا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نیل پر کھڑے ہونے کی صورت میں دیکھا تھا۔

الغرض

صاحبزادگان کا وجود خدا کے کلمات کو پورا کرنے کا باعث ٹھہرا۔

اسی طرح

حضرت مولوی شیر علی صاحب کا سا جلیل القدر صحابی باوجود اپنی پیرانہ سالی اور بعض بیماریوں کے لاحق ہونے کے محض خدمت اسلام اور خدمت قرآن و اعلائے کلمۃ الاسلام کے لئے ایک لمبی مدت تک لنڈن میں مقیم رہ کر کامیاب مراجعت فرما ہو رہا ہے۔

اور بالکل یہی پاک غرض

مولانا عبدالرحیم صاحب دردؔ کو اپنے عزیز و اقارب اور بیوی بچوں سے دور ارض مادیت میں لے گئی۔ تا خدا کا نام بلند ہو۔ اور اسلام دنیا میں پھیل جائے۔

لوگ یورپ اور امریکہ اور مصر و شام وغیرہ ممالک میں جاتے ہیں۔ اور ہزار ہا روپیہ خرچ کر کے جاتے ہیں۔ مگر علی العموم اُن کی غرض محض تعیش کے سوا کچھ نہیں ہوتی۔ مگر اس زمانہ میں جبکہ دنیا کفر و الحاد کے اژدہا کے منہ میں جا رہی ہو اور ضلالت کے غار میں گر رہی ہے۔ صرف خدا کے اس برگزیدہ نبی ہی کی جماعت ہے جو کہ اسلام اور خدا کا نام بلند کرنے کے لئے دنیا کے کناروں میں پھیل رہی ہے تا خدا تعالےٰ کا یہ کلام کہ

میں تیری تبلیغ کو دنیا کے

کناروں تک پہنچاؤنگا

پورا ہو۔

پس یہ جماعت ان راستبازوں کی جماعت ہے۔ جو خدا کے منشاء کو پورا کرنے کے لئے اپنے گھروں سے نکلے۔ اِن میں وہ بھی ہیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گوشت پوست اور خون سے ہیں۔ اور آپ کی روحانیت سے حصّہ پانے والے اور

الٰہی عطر سے معطّر

اور ممسوح ہیں۔ اور ان میں سے وہ بھی ہیں۔ جو خدمتگذاری کے بلند و بالا مقام پر کھڑے ہیں۔ اور وہ ایسے لوگ ہیں۔ جو خدا کی پاک منشا سے کھڑے ہیں۔ جیسے فرمایا

ینصرک رجالٌ نوحی الیھم من السماء

پس یہ سب

ایک لمبی مدّت کی غیر حاضری کے بعد ارض حرم میں مسیح کی بستی میں اس طرح آرہے ہیں جس طرح بچہ ماں کی آغوش میں۔ یا روح اپنے جسم کی طرف آتی ہے۔

پس "الحکم" ان سب کو شوق و محبت سے پُر ہو کر خوش آمدید کہتا ہے۔

اہلاً وسہلاً ومرحبا

اور دعا کرتا ہے۔ کہ یہ

نونہالان گلشن احمدؑ

خدا تعالےٰ کے وعدوں کے مطابق بڑھتے اور پھلتے پھولتے ہم دیکھیں۔ اور ہم کو اور ہماری نسلوں کو قیامت تک اِن کے دامن سے وابستگی رہے۔ آمین۔

(نوٹ)

یہ مبارک قافلہ ~~غالباً~~ ۹ / نومبر

کو قادیان دارالامان میں بخیر و عافیت پہنچ گیا۔ اور جماعت کی طرف سے نہایت شاندار استقبال کیا گیا۔

الحمد للہ علیٰ ذالک۔

یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

سوانح حیات چوہدری امیر محمد خان صاحب کارکن سلسلہ عالیہ احمدیہ قادیان دارالامان

(قسط نمبر ۳)

(گذشتہ سے پیوستہ)

۱۸۸۶ء میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام بعض خاص روحانی ترقیات کے لئے ہوشیار پور میں تشریف لائے جیسا کہ میں ذکر کر آیا ہوں۔ اور آریوں کے مشہور لیڈر پنڈت مرلی دھر آریہ سے کامیاب مباحثہ فرمایا۔ جس سے سمجھدار اور تعلیم یافتہ مسلمانوں کی رگوں میں روحانی زندگی کی لہر پیدا ہو گئی۔ مگر متعصب ملّاں خاموش نہ رہ سکے اور آخر وہ ایک دن حضور علیہ السلام سے مباحثہ کی ٹھان کر شیخصاحب کے مکان پر آن موجود ہوئے۔ اسوقت حضرت اقدس علیہ السلام ایک کمرہ کے اندر ذکر الٰہی یا کسی تصنیف کے کام میں معروف تھے۔ جب مولویوں نے مباحثہ کے لئے بار بار تقاضا کیا۔ تو حضور علیہ السلام نے تحفۂ قیصریہ کا ایک نسخہ اندر سے بھیجکر فرمایا۔ کہ دیکھو یہ میں نے ملکہ وکٹوریہ کو تبلیغ کی ہے۔ آپ میرے ساتھ مباحثہ کرنے سے پہلے یہاں کے ڈپٹی کمشنر کو جو کہ ایک عیسائی انگریز ہے۔ ذرا تبلیغ تو کر آئیں۔ اس کے بعد پھر مجھ سے مباحثہ کریں۔ بس پھر کیا تھا۔ سب پر ایک سکتے کا عالم چھا گیا۔ اور خاموش کے خاموش اٹھ کر یکے بعد دیگرے چل دیئے۔

(۱) ۱۸۹۰ء کے قریب جبکہ شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور تعزیوں کے بلوہ کے مقدمہ میں ماخوذ تھے۔ اور میں اُن دنوں قبصہ ہریانہ (ضلع ہوشیار پور) میں اپنے بڑے بھائی عطا محمد خانصاحب کے پاس بعمر چودہ و پندرہ سال پرائمری میں تعلیم پاتا تھا۔ خواب کے اندر مجھے ایک قرآن شریف دکھلایا گیا جس کے حروف مٹے ہوئے تھے اور جلد شکستہ اور اس کے اوراق کا شیرازہ بکھرا ہوا تھا جسے ایک بزرگ ہستی نے اپنے ہاتھ میں لے کر اس کے اوراق اور مقوّوں کو اکٹھا کر کے اس کے پشتے پر اپنا ہاتھ پھیرا۔ جس سے اس کا شیرازہ اور اوراق درست ہو کر ایک خوبصورت جلد بندھ گئی۔ اور پھر اس بزرگ نے قرآن شریف کے اندرونی صفحات پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا۔ جس سے اُس کے مٹے ہوئے حروف سنہری اور مجلّی ہو گئے۔ اور اُس کے بعد آپ نے شمال کی طرف منہ کر کے قرآن کریم کو کھولا۔ اور فرمایا۔ کہ اب یہ مشرق سے مغرب تک پہنچایا جائیگا۔ اور یہ زمانہ ذوالقرنین کا زمانہ ہوگا۔ اس کے بعد میں بیدار ہو گیا۔ اور صبح اٹھتے ہی اپنے بھائی صاحب سے یہ خواب بیان کی۔ انہوں نے سنکر کہا۔ کہ خواب بہت اچھا ہے۔ لیکن تعبیر کچھ نہ بتلائی۔ اور نہ ہی یہ تبلایا۔ کہ ذوالقرنین سے کیا مراد ہے۔

پرائمری کا امتحان پاس کرنے کے بعد میں گڑھشنکر کے سکول میں داخل ہوا۔ اور ۱۸۹۸ء میں میں نے اور چوہدری نعمت خان صاحب سب جج نے اکٹھا مڈل کا امتحان دیا۔ چوہدری صاحب تو بوجہ مڈل سے وظیفہ لے جانے کے آگے تعلیم میں مشغول ہو گئے۔ اور میں نارمل سکول جالندھر میں داخل ہو گیا۔ لیکن جبر و مقابلہ اور جغرافیہ میں فیل ہو گیا۔

(۲) گڑھشنکر میں ایک سائیں بھانکڑے شاہ صاحب مست تھے۔ انہوں نے ایک دن خواب کے اندر مجھے فرمایا۔ کہ میں تجھے خدا سے ملنے کا طریق بتاؤں۔ میں نے کہا۔ کہ بتایئے۔ اس پر انہوں نے غسل کیا۔ اور گیلے بدن مٹی میں لیٹ کر مٹی سے لت پت ہو گئے۔ اور پھر غسل کیا۔ اور مٹی سے لت پت ہو گئے۔ جب تیسری بار انہوں نے ایسا کیا۔ تو اُن کا بدن محو ہو گیا اور اس کی جگہ ایک نور رہ گیا۔ تب سمجھایا گیا۔ کہ اس طرح سے انسان اپنی خاک آمیزی کے ذریعہ خدا کو پا سکتا ہے۔

(۳) ۱۸۹۶ء کے قریب میں نے ایک بزرگ سید غلام محمد شاہ صاحب متوطن پیر کوٹ سدہانہ ضلع جھنگ کی بیعت کی۔ سید صاحب نقشبندیہ اور قادریہ خاندان سے تھے۔ اور تقویٰ و طہارت اور زہد و عبادت میں بے مثل تھے۔ آپ شب بیدار۔ تہجد خوان اور صوم و صلوٰۃ کے پورے پورے پابند تھے۔ اکثر باوضو رہتے۔ اور خدا کے ذکر و شغل سے کسی وقت بھی غافل نہ ہوتے۔ سفر میں تقویٰ و طہارت کو مدّنظر رکھ کر اپنی بیوی کو اپنے ہمراہ رکھتے۔ اگر چوہدری امانت خانصاحب بیگم پوری جیسے دنیادار مرید آپ کے اس رویہ کو پسند نہ کرتے تھے۔ درود شریف آپ کا ہر وقت ورد تھا۔ آپ کا خدا کے ذکر و شغل پر انتہائی عمل اور دعاؤں پر پورا بھروسہ تھا۔ آپ سید عبد القادر صاحب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت میں گداز تھے۔ آپکے چہرہ پر مومنانہ نور اور دل میں اپنے مولیٰ کی محبت کا حقیقی سرور تھا۔ آپ کے کلام میں ایک غیر معمولی تاثیر تھی۔ اور توجہ قلبی اسقدر بڑھی ہوئی تھی۔ کہ جب بھی آپ کا کوئی مرید آپ کے تبلائے ہوئے ذکر و شغل میں سست ہو جاتا۔ تو آپ خواہ کہیں کتنی دور و نزدیک ہوں۔ اُس کے دل پر توجہ دیکر اس کے قلب کو بیدار کر دیتے تھے۔ جس سے مرید کا دل معًا ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتا۔ اور ایسا معلوم ہوتا۔ کہ جیسے گھڑیال کو کسی نے چابی لگا دی ہے۔ آپ قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت فرماتے اور ایسے پُر تاثیر اور خوش الحان شیریں لہجہ میں قرآن شریف پڑھتے کہ سننے والے کا دل وجد میں آجاتا۔ درود شریف آپ کی روح کی غذا تھی۔ حقہ نوشوں سے آپ کو سخت نفرت تھی۔ اور فرمایا کرتے۔ کہ حقہ نوش کو آنحضور صلعم کی حضوری بوجہ اس کی بدبو کے کبھی میسر نہیں آسکتی۔ آپ کی بیعت سے پہلے مجھے بھی حقہ نوشی کی بہت عادت تھی جس روز میں نے بیعت کی۔ اُسی روز مجھ سے حقہ نوشی کی بدعادت دُور ہوئی۔ آپ کی توجہ اور بیعت سے تین دن تک مجھ پر محویت کا ایسا عالم طاری رہا۔ کہ کھانے پینے کی طرف بھی رغبت نہ رہی۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ گویا میں اپنے سابقہ معاصی سے دھویا گیا ہوں۔ بیعت کی پہلی رات مجھے قرآن کریم کی آیات اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون۔ کل اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ وقالوا سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر۔ پ ۳ ع ۸۔ القاء ہوئیں۔ آپ شرعی مسائل سے بھی خوب واقف تھے۔ اور مئے وحدۃ میں تو ایسے سرشار سرمست تھے۔ کہ ہر آن آپ پر جلالی حالت مستولی رہتی تھی۔

بوجہ نقشبندی ہونے کے آپ سماع (راگ) کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ اور فرماتے کہ راگ وغیرہ کی لذت تو عارضی اور آنی ہوتی ہے۔ اور خدا کے ذکر اذکار کی لذت دائمی اور روح افزا ہوتی ہے۔

ایک دفعہ چوہدری سلطان علی خان تھانیدار نے راگ کی محفل کرائی۔ اور آپ کو شمولیت کے لئے باوجود آپکے بار بار انکار کے مجبور کر دیا۔ جیپر آپنے بادل ناخواستہ انکی دلداری کی خاطر درخواست کو قبول فرمایا۔ اور مجھے بھی ذیلدار وغیرہ دیگر مریدین کے ساتھ جانا پڑا۔ اس سے پہلے میں کئی دن سے حضور سے سبق لینا چاہتا تھا۔ مگر اپنی کم سنی اور آپکے جلال کیوجہ سے جرأت نہ کر سکتا تھا۔ اس محفل میں جب کہ میرے اور سید صاحب کے مابین ایک خاصہ فاصلہ تھا۔ اور درمیان میں بہت سے آدمی حائل تھے۔ یک بہ یک مجھ پر ایک ایسی حالت طاری ہوئی۔ کہ جس میں محو رہنا مجھے ایک جنت اور اس سے باہر نکلنا دوزخ کے مترادف تھا۔ جب میری اس محویت پر جسمیں کہ سانس کا لینا بھی حائل نہ تھا۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ گذر گیا۔ اور مجھے سانس آنے لگا۔ تو اس تغیّر سے مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ جیسے میں اپنی کسی آخری مراد سے محروم کیا جا رہا ہوں آخر محفل برخواست ہوئی۔ اور ہم وہاں سے چلے آئے مگر تمام دن دل اسی کیفیت کے حصول کیلئے بیتابی میں تڑپتا رہا جب خدا خدا کر کے شام ہوئی۔ تو میں دیوانہ وار جرأت کر کے آپکے نزدیک دوزانو ہو بیٹھا۔ اور لبعد احترام التجا کی۔ کہ مجھے آگے سبق ارشاد فرمایا جائے۔ اس پر آپ نے نہایت پیار اور شفقت بھرے لہجہ میں فرمایا۔ کہ اس سے آگے وہی سبق ہے۔ جو دوپہر کے وقت (محفل میں) جاری تھا۔ یہ الفاظ سنکر میری حیرانگی کی کوئی حد نہ رہی۔ اور میں آپ کے پاس سے اٹھنا ہی چاہتا تھا۔ کہ آپ نے از روئے شفقت و تودّد فرمایا۔ کہ اچھا ہم پھر جاری کر دیتے ہیں۔ اور آپنے توجہ دی۔ اور مجھ پر پھر وہی کیفیت طاری ہو گئی۔

آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ پیر اور مرید میں ایسا تعلق ہوتا ہے۔ جیسے کہ انسان کا اپنے بدن کے رونگٹوں کیساتھ ہوتا ہے۔ مرید کے حالات سے خدا پیر کو حسب ضرورت اطلاع دیتا رہتا ہے۔[۴۳]

۴۳- آپ جب اپنے وطن سے ہمارے وطن میں آنیکا ارادہ فرماتے۔ تو اکثر مریدوں کو بذریعہ کشف یا خواب آپکے آنیکی اطلاع ہو جاتی۔ اور آپ کے اکثر مرید ذکر کرتے۔ کہ جب کبھی ہم سہواً کسی جرم کا ارتکاب کرنے لگتے۔ تو دفعتاً آپ کا تصور سامنے آجاتا۔ جس سے ہم بدی کے ارتکاب سے بچ جاتے۔ ایک دفعہ میرے بڑے بھائی عطا محمد خانصاحب نے جو کہ آپ کے مرید تھے بھری محفل میں عرض کیا۔ کہ قادیان ضلع گورداسپور میں مرزا صاحب

سوانح حیات حضرت حکیم مولوی عبید اللہ صاحب بسمل رضی اللہ عنہ

مولانا محمد یعقوب طاہر کی قلم سے

(۱)

حضرت حکیم مولوی عبید اللہ صاحب بسمل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی وفات ۲۹ ستمبر ۱۹۳۸ء کو قریبًا سو سال کی عمر میں ہوئی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ممتاز ہستیوں میں سے تھے۔ اور گو آپ عمر طبعی پا کر ہم سے جدا ہوئے ہیں۔ تاہم آپ جس مسلّمہ قابلیت کے مالک تھے جبقدر علوم دینیہ میں ماہر تھے اور جبقدر خوبیاں اور کمالات اپنے اندر رکھتے تھے۔ اُن کے لحاظ سے آپ کی وفات جماعت احمدیہ کیلئے بہت بڑے صدمہ اور رنج کا باعث ہو۔ اور نہ صرف جماعت احمدیہ کے لئے آپ کی وفات صدمہ کا باعث ہوئی ہے۔ بلکہ اُن لوگوں نے بھی جو گو جماعت احمدیہ میں شامل نہیں مگر حضرت حکیم مولوی عبید اللہ صاحب بسمل سے ذاتی تعارف رکھتے تھے۔ آپ کی اس جدائی سے بہت رنج محسوس کیا ہو۔ چونکہ مجھے بھی حضرت مولوی صاحب مرحوم کی شاگردی کا فخر حاصل ہے اس لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ کے سوانح حیات جس حد تک میرے پاس محفوظ ہیں۔ بذریعہ "الحکم" احباب کے سامنے رکھدوں۔ اور درخواست کروں کہ احباب مولوی صاحب مرحوم کی بلندیٔ درجات کیلئے دعا کریں تاکہ جسطرح دنیا میں وہ کوچۂ یار میں دھونی رما کر بیٹھ گئے تھے۔ اسیطرح آخرت میں بھی اُنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قرب میں جگہ حاصل ہو۔

مولوی صاحب مرحوم کے شمائل و اخلاق پر روشنی ڈالنے یا آپ کی زندگی کے بعض اور حالات بیان کرنے سے پہلے میں چاہتا ہوں۔ کہ ترتیب کے ساتھ احباب کے سامنے آپ کی زندگی کے پہلے وہ حالات بیان کر دوں۔ جو وقتاً فوقتاً بعض رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔ کیونکہ اُن کے بغیر وہ تسلسل قائم نہیں رہ سکتا۔ جو میں اس مضمون میں قائم رکھنا چاہتا ہوں۔

رسالہ تشحیذ الاذہان کا ایک مضمون

رسالہ تشحیذ الاذہان جو ایک عرصہ تک قادیان سے شائع ہوتا رہا ہے۔ اس کے جون ۱۹۱۸ء کے پرچہ میں بعنوان "شمع ہدایت کے پروانے یا تیغ عشق کے قتیل" ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض صحابہؓ کا ذکر تھا۔ اس مضمون میں پانچویں نمبر پر حضرت حکیم مولوی عبید اللہ صاحب بسمل کا بھی ذکر ہے۔ مولوی صاحب موصوف اُن دنوں مسجد اقصیٰ کے کے پچھواڑے ایک مکان میں رہا کرتے تھے یہ مضمون نویس نے لکھا:-

"میرے ساتھ آؤ! تمہیں قادیان کے چھوٹے سے قصبہ کی تنگ اور پیچیدہ گلیوں کی سیر کراؤں۔ مسجد اقصیٰ سے جنوب کی طرف برہمنوں کے مکانات کے پچھواڑے ایک گوشہ میں ایک مکان واقع ہے۔ اس کی زیبائش کی طرف دھیان کرو۔ چند ٹوٹی ہوئی چٹائیاں بچھی ہیں۔ ایک چٹائی پر ایک بوسیدہ سا کپڑا بچھا ہے۔ عربی زبان کے مختلف علوم و فنون کی چوٹی کی کتابیں بے ترتیب اوپر تلے گڈ مڈ ہوئی پڑی ہیں۔ کچھ دوائیوں کی شیشیاں اسی فرش پر اور الماری میں رکھی ہیں۔ ایک نورانی بزرگ سر جھکائے قلم ہاتھ میں کاغذ زانوؤں پر دوات دائیں طرف رکھے ہوئے استغراق کے عالم میں بیٹھا ہے۔ اس کے قلم کو دیکھو کاغذ پر کیا کیا صوری اور معنوی گلکاریاں کر رہا ہے۔ لکھتا ہے۔ اور لکھتے لکھتے رک کر قلم کے آخری حصّہ کو ہونٹوں میں دباتا ہے۔ کبھی کان پر رکھ لیتا ہے۔ اور کتابوں میں سے کوئی ایک کتاب اٹھا کر ورق گردانی کرتا ہے۔ ایک مقام پر ٹھہر جاتا ہے۔ اور چہرے پر کامیابی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ پھر قلم کو سنبھال کر لکھنے میں مصروف ہو جاتا ہے۔ جب کوئی بیمار یا کوئی اور شخص اس کے پاس آتا ہے۔ اپنا شغلِ تحریر چھوڑ کر بیمار کو نسخہ یا دوا دیتا ہے۔ اور دوسرے ملاقاتی سے اخلاق و محبت سے ایسی باتیں کرتا ہے۔ کہ اس کو اپنا بنا لیتا ہے۔ اس کی باتوں میں ایسا کیف اور ایسا سرور ہے۔ کہ سننے والا ہمہ تن گوش ہو کر محو ہو جاتا ہے۔ وہ ہر ایک شخص سے خواہ کیسا ہی ادنیٰ درجہ کا کیوں نہ ہو۔ اس گرمجوشی اور لطف و مدارات سے ملتا ہے۔ کہ ملنے والے کو اپنی نسبت کچھ غلط فہمی ہو جاتی ہے۔ کہ شائد مجھ میں بھی کوئی کمال ہے۔ جو یہ شخص اس احترام کے ساتھ ملتا ہے۔ لیکن اس کی غلط فہمی دوسرے سے ملکر فورًا دُور ہو جاتی ہے۔ اور اُسے فیصلہ کرنا پڑتا ہے۔ کہ یہ وسعت اخلاق اور لطف و مدارات اسی شخص سے مخصوص ہے۔

ملنے والے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت میں کہا کرتے۔ کہ آپ اس بزم قدسی میں زیادہ کیوں نہیں جاتے اس کے جواب میں وہ یہ شعر سُنا دیتا ہے

زاہد نہ داشت تاب جمال پری رُخاں ۔ کنجے گرفت و یاد خدا را بہانہ ساخت

کبھی کہتا۔ بابا! میرا مسلک اور ہے۔ اور تمہارا اور۔ تم کیا جانو۔ وہ جس کے ساتھ خدا باتیں کرتا ہے ہم کب اس کے اہل ہیں۔ کہ اُس کے سامنے بیٹھ جائیں۔

حضرت خلیفہ اوّل کے آخری ایام میں جماعت کے ہر کہ و مہ کی زبان پر یہی سوال ہے۔ کہ اب کون خلیفہ ہوگا اس کے سامنے بھی یہ سوال آتا ہے۔ سائل کچھ نام بھی لیتا ہے۔ لیکن یہ جواب دیتا ہے

عشق بازاں مرید خوباں اند ۔ پیر ایں قوم نوجوان باشد

قادیان آنے سے پہلے اس کا ایک شہر رامپور میں قیام ہے۔ مخالفت کی یہ کیفیت ہے۔ کہ حاکم تک کا دل صاف نہیں۔ ادنیٰ و اعلیٰ سب نقصان پہنچانے کے درپے ہیں ملنے والوں اور ساتھیوں نے ساتھ چھوڑ دیا۔ دوستوں نے آنکھیں پھیر لیں۔ غریب الوطنی کا عالم ہے۔ کوئی یار ہے۔ نہ کوئی غمگسار در و دیوار تک مخالفت پر آمادہ ہیں۔ فقط خدا پر توکل اور خدا کے مسیح کا عشق دل میں ہے۔ بازاروں سے گذرتا ہے۔ کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ جتنے منہ اتنی باتیں۔ بچہ بچہ کی زبان پر "قادیانی کتا" ہے۔ مگر یہ خدا کا مخلص بندہ اس لفظ سے اظہار ملال کیا فخر ہے۔ کہ الحمد للہ مسیح موعودؑ سے کچھ تو تعلق ہے۔ آوازوں سے گذر کر بعض جگہ اینٹ پتھر تک نوبت پہنچتی ہے۔ آخر وہ دن آتا ہے۔ کہ مصائب انتہا کو پہنچے۔ دنیاوی حکومت پر غرور کرنے والے کے اشاروں پر ایک افسر رات کے وقت آکر گھر کو گھیر لیتا ہے۔ جو وہ کرسکتا ہو کرتا ہے۔ اور اترا کر اس مرد حری کو کہتا ہے۔ جاؤ اپنی مدد پر کسی کو بلا لو۔ وہ تمہیں میرے چنگل سے چھڑائے اُس نے کہا "اِنَّمَا اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْ اِلَى اللّٰهِ" میری نظر انسانوں پر نہیں۔ میرا بھروسہ اس پر ہے۔ جو تمہارے ظلم اور میری مظلومیت کو جانتا ہے۔ تم دیکھو گے کہ وہ میری کیسی مدد کرتا ہے۔" زمین باوجود فراخ ہونے کے اس پر تنگ کر دی گئی۔ اس لئے اس نے اس شہر کو چھوڑ دیا۔ وہ جس نے اُسے کہا تھا۔ کہ اپنی مدد پر کسی کو بلالو۔ مورد عتاب ہوا۔ فالج کے ذریعہ موت کا شکار ہوا۔ اس کی اولاد بُرے حالوں سے زندگی کے دن بسر کر رہی ہے۔ سب کو چھوڑ چھاڑ مدینۃ المسیح میں آجاتا ہے۔ اور کہتا ہے

شکر للہ کہ داده اند مرا ۔ جا بزیر منارۂ بیضاء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جب ذکر آتا ہے۔ تو کہتا ہے "مسیح موعودؑ کی صداقت کے نشانات مجھ سے پوچھو۔" پھر وہ وجد میں آ کے بیان کرتا ہے۔ خود ضبط سے بیان کرتا ہے۔ سننے والوں کو مزا آتا ہے۔ اس کا علم و فضل ایسا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کی تائید میں ایک کتاب آیۃ خاتم النبیین کی تفسیر میں لکھی ہے۔ خلیفۂ وقت اس کو پڑھتا ہے۔ اور اس کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ آج تک ہمارے سلسلہ میں کسی نے ایسی کتاب نہیں لکھی۔ فارسی زبان میں وہ علو حاصل ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ اس کی ایک نظم سن کر فرماتے ہیں۔ کہ "ان کا کلام تو فردوسی کے کلام کا نمونہ ہے۔" خود کہتا ہے:-

از مسیح اللہ گشتم فیضیاب ۔ یافتم فردوسیٔ ثانی خطاب

تم سمجھتے ہو! کہ یہ گنج تنہائی میں رہنے والا مسیح موعود کا پروانہ کون ہے؟ اس کا نام (مولانا) عبید اللہ بسمل امرتسری ہے۔"

خود نوشت سوانح حیات

۱۹۳۰ء میں مولوی عبید اللہ صاحب بسمل رضی اللہ عنہ شدید بیمار ہو گئے۔ اور آپ نے سمجھا کہ اب شائد میں اس دنیا سے گذرنے والا ہوں۔ یہ خیال آتے ہی باوجود کمزوری اور بیماری کے آپ نے قلم دوات منگوائی اور اپنی زندگی کے جستہ جستہ واقعات قلمبند کر کے اُس کی ایک کاپی حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی خدمت میں بھجوا دی۔ اور ایک گھر میں رکھی۔ بعد میں آپ کے صحتیاب ہونے پر مجھے ان کے ایک ربیب کے ذریعے وہ نقل مل گئی جو درج ذیل کی جاتی ہے۔ آپ نے لکھا:۔

"میرے والد خواجہ مظہر جمال صاحب حضرت امام علیشاہ صاحب نقشبندی مجددی کے مجازی خلیفہ تھے۔ انہوں نے میری ابتدائی تعلیم مولانا ابو محمد حسین شعری قادری سے شروع کرائی۔ جب فارسی کی شُدبُد ہو گئی۔ تو عربی پڑھنے کے واسطے مولانا ابو عبد اللہ غلام علی قصوری ثم امرتسری کی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے مجھے اپنے شاگرد رشید مولانا احمد اللہ صاحب کے سپرد کیا۔ اُن کے درس نے مجھ پر توہب کا رنگ چڑھا دیا۔ میرے والد بھی اگرچہ آزاد مشرب اور بدعات سے سخت متنفر تھے۔ مگر اسوقت کی توہب کی مخالف رَونے اُن کے دل میں یہ خیال پیدا کیا۔ کہ علم طب سے واقفیت حاصل کرائی جائے۔ چنانچہ حکیم مراد علی کے پاس تحصیل طب کے لئے جانے کی اجازت دی۔ اور خود حرمین شریفین کی زیارت کو چلے گئے۔ حکیم مراد علی چھپے ہوئے غالی شیعہ تھے۔ جو شخص اُن کے پاس اٹھتا بیٹھتا۔ اُس پر کچھ اس طرح اپنے عقائد کا اظہار کیا کرتے تھے۔ کہ اس سادہ لوح پر شیعیت کا رنگ چڑھ جاتا تھا۔ مجھ نوجوان خلق متغیر کی سادہ طبیعت میں بھی آہستہ آہستہ شیعیت اثر کر گئی۔ جب میرے والد ایک سال مکہ معظمہ اور ایک سال مدینہ طیبہ میں رہ کر واپس آئے۔ تو اُن کو ایک دوست نے اطلاع دی۔ کہ عبید اللہ توہب کے گڑھے سے نکل کر شیعیت کے کنوئیں میں گر گیا ہے۔ والد صاحب نے مجھ کو حکیم صاحب کے پاس جانے سے روک دیا۔ اور بقیہ کتب طبیہ کی تعلیم کے لئے حکیم حسام الدین صاحب خلف حکیم گل محمد صاحب کے پاس جانے کی اجازت دی۔ اُن کی خدمت میں حاضر ہونے سے معلوم ہؤا۔ کہ آپ مذہب تفضیل کا عقیدہ رکھنے والے معتزلی الاصول ہیں۔ اُن کی صحبت نے میرے سابقہ عقائد کو اور بھی پختہ کر دیا۔ والد صاحب انتقال فرما گئے۔ میں مقامات حریری پڑھنے کے لئے مولوی ابراہیم صاحب پانی پتی ہیڈ عربک ٹیچر امرتسر کے درس میں آنے جانے لگا۔

اسی زمانہ میں براہین احمدیہ کا چرچہ ہؤا۔ کتاب کا نصف حصہ دیکھنے پایا تھا۔ کہ رامپور کی طرف سفر کرنیکا موقع پیش آیا۔ جنرل عظیم الدین خان مدار المہام نے خاکسار کو ریاست کے کتب خانہ کی رجسٹراری پر مامور کیا۔ بجائے اس کے کہ میں علوم و فنون میں ترقی کرتا۔ اور موقع کو غنیمت سمجھتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سوانعمری لکھنے لگ گیا۔ سات سال شب و روز کی عرقریزی کے بعد "ارجح المطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب" لکھ کر لاہور میں چھپوائی۔ گو چار پانچ ایڈیشن اس کے نکلے۔ مگر شیعہ سُنی دونوں اس سے ناراض ہو گئے۔ شیعہ حضرات ابوبکرؓ کے فضائل دیکھ کر۔ اور اہل سنت حضرت علیؓ کی فضیلت کو اول نمبر پر دیکھکر۔ باوجود اس کے شیعہ علماء نے اُس پر تقریظیں لکھیں اور اپنی کتابوں میں اس کے حوالے دیئے۔

قبول احمدیت

ارجح المطالب کا چھپنا تھا۔ کہ میرے ہاتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب سرّ الخلافہ آگئی۔ اس کے مطالعہ نے میری آنکھیں کھول دیں۔ اُنہی دنوں میں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا۔ کہ آپ ایک شخص سے فرما رہے ہیں۔ جاؤ حضرت مرزا صاحب کو کہدیں۔ میں یہاں آگیا ہوں۔

دوسرے روز میں ہمراہ حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ قادیان آیا۔ اور چہرہ اقدس دیکھتے ہی پروانہ وار قربان ہو گیا۔ دو روز کے بعد حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب تشریف لائے۔ ایک روز اُن کی خدمت میں مہمان خانہ گیا۔ چند کتابیں وہاں دیکھ کر میں نے ایک کتاب اٹھائی۔ وہ دُرّثمین تھی۔ کھول کر پڑھنے لگا۔ ناگاہ اس شعر پر نظر پڑی ؎

کربلائے است سیر ہر آنم صد حسین است در گریبانم

دل میں خیال آیا۔ کہ بہت بڑا دعویٰ ہے حضرت امام حسینؓ جیسی شخصیت کا آدمی ہونا تو امر دشوار۔ کچھ دیر کے بعد میں وہاں سے اُٹھ کر چلا آیا۔ اور مسجد مبارک میں گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک شخص سے باتیں کر رہے تھے۔ اثناء کلام میں فرمانے لگے الولد سرٌّ لابیہ یہ فقرہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبانِ حقائق ترجمان پر جاری ہی تھا۔ کہ سیّد صاحب مسجد کے دروازہ سے مع رفقاء داخل ہو گئے۔ اور سلام کہکر میرے پہلو میں بیٹھ گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام چند لمحوں کے بعد اُٹھ کر حرم سرا میں تشریف لے گئے۔ مولوی عبد الکریم صاحب نے سیّد صاحب سے پوچھا۔ آپ حسنی سیّد ہیں یا حسینی؟ سیّد صاحب کہنے لگے۔ ہمارا خاندان حسینی ہے۔ اتنے میں نماز ظہر کی اذان ہو گئی۔ جب سیّد صاحب کابل واپس جا کر شہید ہو گئے۔ تو یہ تمام واقعات یعنی جناب امام حسین کا میرے خواب میں آنا اور فرمانا کہ مرزا صاحب سے کہدو میں آگیا ہوں۔ اور سیّد صاحب کی نشست گاہ میں میرا کتاب درثمین کو دیکھنا۔ اور خاص "کربلا است سیر ہر آنم" کے شعر پر مجھکو جناب امام حسین کی شخصیت کا خیال آکر حضرت اقدسؑ کی خدمت میں جانا اور حضرت کا ایک شخص سے الولد سرٌّ لابیہ کہنا اور اس کے معاً بعد سیّد صاحب کا نمودار ہو جانا۔ اور شکل و شباہت کا مل جانا۔ اور پھر مولوی عبد الکریم صاحب کا سیّد صاحب سے حسب نسب کا سوال کرنا میرے آئینۂ خیال میں پرتو افگن ہوئے۔ اور میں وجد میں آکر

کربلائے است سیر ہر آنم

کا تکرار کرنے لگ گیا۔

دورِ خسروی اور مسلمان را مسلمان باز کردند کا نظارہ

ایک دفعہ حضرت اقدس علیہ السلام نے قبل از نماز ظہر محل سرا سے برآمد ہو کر مولوی عبد الکریم صاحب کو طلب فرمایا۔ اور ارشاد کیا۔ کہ آج یہ شعر الہام ہؤا ہے ؎

جو دورِ خسروی آغاز کردند
مسلماں را مسلماں باز کردند

میں نے عرض کیا۔ کہ عنوان تو ایسے معلوم ہوتے ہیں۔ کہ جسطرح مسیحؑ نے بعد قسطنطین اعظم سے دور خسروی شروع ہؤا تھا۔ اُسی طرح ہماری جماعت میں بھی کہیں سو برس کے بعد دورِ خسروی شروع ہوگا۔ فرمایا نہیں جلد شروع ہوگا۔ پھر میں نے عرض کیا "مسلماں را مسلماں باز کردند" کے معنی اس کے سوا اور کیا ہو سکتے ہیں۔ کہ غیر احمدی مسلمانوں کو احمدی مسلمان کیا جائیگا۔ فرمانے لگے نہیں اس کے سوا اور بھی معنی ہیں۔ تم خود دیکھ لوگے۔ جب ملکانہ میں مرتدین کو از سر نو مسلمان کیا گیا۔ تو مجھ پر "مسلماں را مسلماں باز کردند" کے معنی حل ہو گئے۔ اور رامپور سے دوبارہ آنے پر جب دفاتر کا انتظام دیکھا۔ تو معلوم ہؤا۔ کہ دورِ خسروی کا بھی آغاز ہو گیا ہے۔ اَللّٰھم زد فزد۔

دو مرتدین کا عبرتناک انجام

رامپور میں دو شخص میری تبلیغ سے احمدی ہو کر علماء کے بہکانے سے پھر مرتد ہو گئے۔ مجھ کو اُن کی نسبت سخت قلق ہؤا۔ ایک رات رویا میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجھے فرمانے لگے۔ مَنْ عَمِلَ صالحًا فلنفسہ من اساء فعلیھا عبید اللہ! تم کیوں غم کرتے ہو۔ تم اپنی آنکھوں سے ان کی آنکھوں کا حال دیکھ لوگے۔ چند روز کے بعد دونوں آشوب چشم میں مبتلا ہو کر ایک کانا دوسرا اندھا ہو گیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فراست

میرا ایک دوست بیوی کو ساتھ لے کر دار الامان میں آیا۔ جب بیعت میں داخل ہؤا۔ تو اس کی بیوی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کیا۔ میں بھی بیعت کرنا چاہتی ہوں۔ ارشاد ہؤا جبکہ تمہارا خاوند بیعت کر چکا ہے تم بھی اپنے آپ کو بیعت میں سمجھ لو۔ میرے دوست نے جب اس کا تذکرہ مجھ سے کیا۔ تو میں نے اُس سے کہا۔ کہ

حضرت تو جو عورت بیعت کی درخواست کرتی ہے۔ فوراً بیعت لے لیتے ہیں۔ تمہاری بیوی کی بیعت کے ٹالدینے میں کوئی خاص مصلحت معلوم ہوتی ہے۔ وہ میرا دوست چند روز دارالامان میں رہ کر وطن کو چلا گیا۔ سال بھر کے بعد معلوم ہوا۔ کہ اس کی بیوی سخت آوارہ ہوگئی ہے۔

ایک عظیم الشان معجزہ!

مجھے برف کے پانی پینے سے بائیں بازو اور ران میں سخت خدر ہوگیا۔ اور ساتھ ہی میرا بایاں ہاتھ شدت کیساتھ درد کرنے لگا۔ اور اس میں ایسی سردی آگئی۔ کہ گویا یخ کا ایک ٹکڑا ہے۔ جو شخص ہاتھ لگاتا تھا۔ سخت سردی محسوس کرتا تھا۔ میں نے حضرت اقدسؑ سے عرض کیا۔ کہ مجھ کو خدر ہو گیا ہے۔ فالج ہو جانیکا اندیشہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسوقت ایک شخص سے باتیں کر رہے تھے۔ مجھکو فرمانے لگے۔ آرام ہو جائیگا۔ میں زیادہ اپنا حال بیان نہ کر سکا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ دیکھا کہ میرے قلب میں ایک گونہ فرحت پیدا ہوگئی ہے۔ قیلولہ کرنے کی مجھ کو عادت تھی۔ اُسی روز جبکہ قیلولہ کر کے اٹھا۔ تو دیکھا۔ نہ سردی ہے۔ نہ درد نہ خدر ہے نہ سستی۔ الحمد للہ علی ذالک

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال

میں ایک شب لاہور میں جناب مولوی خان ذوالفقار علیخان صاحب کے مکان پر بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت اقدسؑ اُن دنوں لاہور میں تشریف فرما تھے۔ حضرت کی ڈائری اخبار میں چھپتی تھی۔ جناب خانصاحب کا منشی مجھ کو اور خانصاحب کو ایک روز وہ ڈائری سُنا رہا تھا۔ کہ یکایک اُس نے پڑھا۔ چند گریجوایٹ حضرت صاحب سے ملنے آئے۔ گفتگو کے سلسلہ میں حضرت صاحب نے فرمایا۔ ہمارا کام سمجھانا تھا۔ سو سمجھا چکے اب لوگ مانیں یا نہ مانیں۔ یہ فقرہ سنکر میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ اور زبان سے نکلا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خانصاحب نے پوچھا خیر ہے۔ میں نے کہا۔ کیا خیر ہے نبی کے منہہ سے جب خدا ایسے الفاظ نکلوا دیتا ہے۔ تو نبی امت سے بہت جلد رخصت ہو جاتا ہے۔ خانصاحب کہنے لگے۔ یہ تمہارا وہم ہے۔ میں نے زیادہ بحث مناسب نہ سمجھی۔ ساتویں روز تار نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی رخصت کی خبر دی

من شاء بعدک فلیمت فعلیک کنت احاذرُ

تصانیف

حضرت مسیح موعودؑ کے معجزات اسقدر یاد ہیں۔ کہ اگر میں لکھوں تو ایک ضخیم کتاب بن جائے۔ میری ارجح المطالب۔ مرأت الاسلام مسدس مدّ و جزر اسلام فارسی۔ ترجمان پارسی بول چال فارسی۔ حق الیقین۔ یہ کتابیں تصنیف کی ہیں۔

خاکسار
عبید اللہ بسمل

اس نوٹ کو احباب نہایت توجہ سے ملاحظہ فرمائیں

اخبار الحکم کا "حیدرآباد نمبر"

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے سفر حیدرآباد کی مناسبت سے جو اپنے اندر بہت بڑی شان رکھتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کاملہ کے ماتحت یہ سفر پیش آیا ہے۔ ہم نے "الحکم" کا ایک خاص نمبر شائع کرنے کا عزم کیا ہے۔

یہ نمبر ۲۱ر دسمبر ۳۸ء کو شائع ہوگا

یہ نمبر انشاءاللہ تعالیٰ مصوّر ہوگا۔ اور حضور کے سفر کے فوٹو بلاک بنوانے کی غرض سے بمبئی میں بھیج دیئے گئے ہیں۔ حضور کے سفر کے حالات وبرکات کے تذکرے کے ساتھ حیدرآباد دکن میں اشاعت احمدیت کی تاریخ بھی دی جائیگی۔ یہ نمبر بہت سی خوبیوں کا مجموعہ ہوگا۔ اور لکھائی و چھپائی انشاءاللہ بہت دیدہ زیب ہوگی۔ اس نمبر کی ایک مقررہ تعداد چھپوائی جائیگی اس کی قیمت کا فیصلہ اندازہ اخراجات کا حساب لگانے کے بعد کیا جاسکیگا۔ یہ نمبر خریداروں کو ہر صورت میں مفت دیا جائیگا چونکہ یہ نمبر ایک ضخیم نمبر ہوگا۔ جو ہر لحاظ سے بہت بڑے اخراجات کو چاہتا ہے۔ نیز اس کی تیاری کیلئے بہت سے وقت کی بھی ضرورت ہے اسلئے اخراجات میں بچت اور وقت کی فراغت کیلئے فیصلہ کیا گیا ہے۔ کہ سالانہ جلسہ تک اس نمبر کے سوا صرف

دو نمبر اور

احباب کو دیئے جائیں گے۔ یہ نمبر ۷ و ۱۴ر نومبر کا مجموعہ ہوگا۔ اور دوسرا نمبر ۲۱ و ۲۸ نومبر کا مجموعہ ہوگا۔ اور پھر انشاءاللہ ۲۱ر دسمبر کو حیدرآباد نمبر شائع ہوگا۔ حیدرآباد نمبر ان تمام کمیوں کی تلافی کردیگا۔ جو اس سال کے دوران میں کسی بھی وجہ سے رہ گئی ہوں۔ اور یہ مجموعہ کم از کم ۴۸ صفحات کا مجموعہ ہوگا جس میں فوٹو بلاک اس کے علاوہ ہونگے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے فدائی آج ہی اس نمبر کی جتنی کاپیاں خریدنی چاہیں اس کا آرڈر دیدیں۔ بعد میں اس کی کاپیاں کسی قیمت پر بھی نہیں مل سکیں گی۔

"محمود احمد عرفانی ایڈیٹر الحکم"